ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.7,Issue No.1 (2025)
(January to March)

عرفان جاوید کے خاکوں کا ناسٹلجیائی مطالعہ

A Nostalgic Study of Irfan Javed's Sketches

نمرہ طارق

ایم۔فل اسکالر، شعبہ اُردو، دی اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاولپور

ارسلان احمد

ایم۔فل اسکالر، شعبہ اُردو، دی اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاولپور

Nimra Tariq
M.Phil Urdu Scholar, The Islamia University, Bahawalpur
Arslan Ahmed
M.Phil Urdu Scholar, The Islamia University, Bahawalpur

Abstract:
The constant search for the past in the bathrooms of the present is called nostalgia. In psychological terms, it is called a mental illness. In psychology, such a patient keeps recalling painful and distressing memories of the past. In literature too, new trends are seen with every new era. A lot of work has been done on the trend of nostalgia in the genre of sketching in Urdu literature. Irfan Javed also adopted this trend in his sketches, this article has been written under this trend. Nostalgia not only allows the writer to get lost in memories, but also inspires him to derive meaning from his past, understand the complexities of the present, and maintain a cultural continuity. The tragedy of the Partition of India is reflected in the works of many writers. Over time, this partition became a part of their nostalgia. The past, in fact, is a metaphor that constantly lingers in our minds. Writers long for the past to return. They wish to revisit the streets and gardens where they spent their childhood. Saadat Hasan Manto, who is especially well-known for his bold short stories, is one such write.

Keywords: psychological terms, distressing memories, Urdu literature, Irfan Javed, complexities, cultural continuity, constantly lingers, Saadat Hasan Manto

جس کی وجہ سے یہ کائنات تخلیق کی گئی اور آدم کو اس کائنات کا باسی بنا کر بھیجا گیا تب سے انسان کی ذات معمہ بنی رہی ہے۔ اس انسان کی ذات کی گھتیاں سلجھانے میں بہت سے نفسیات دانوں نے حصہ لیا۔ لیکن ابھی تک اس کی ذات سے مکمل آگاہی نہ ہو سکی۔ یہ ذات شروع سے ہر ایک کے لیے دلچسپی کا مرکز رہی ہے اور یہ دلچسپی اس کی ذات کے مخفی پہلوؤں کے سبب ہے۔ ہر عہد کا نفسیات دان اور ہر ادب کا ادیب اس انسان کی ذات کو موضوع بحث بناتا رہا ہے۔ اس کی پہچان اور سمجھنے کے لیے بہت سے قواعد بنائے گئے لیکن ان تمام تر چیزوں کے باوجود شخصیت کی تشخیص نہ ہو سکی۔ ان سب کے پیچھے ایک ہی محرک ہے وہ یہ کہ ہر ذات کا دوسری سے مختلف ہونا۔ ہر شخص کی اپنی ایک سوچ اور نفسیات کے محرکات ہوتے ہیں۔ آپ اِن چیزوں کو ایک ہی پیمانے میں کیسے ماپ سکتے ہیں؟ اس لیے جدید عہد کا ادیب اور نفسیات دان ہر فرد کی ذہنی بالیدگی اور نفسیات کو سامنے رکھ کر الگ الگ طریقوں سے جانچنے کی کوشش کرتا ہے۔ جب انسانی نفسیات کے متعلق کوئی تذکرہ ہو تو ہمیں معلوم ہو گا اس میں بہت سے رجحانات پائے جاتے ہیں۔ انھی رجحانات میں سے

ایک ناسٹلجیا ہے۔ ناسٹلجیا دراصل انسانی جذبات اور ماضی کے شدید تاثر سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کو ہم ایسے وجدان سے تشبیہ دے سکتے ہیں جس میں شخص اپنے حال اور مستقبل کی نسبت ماضی کی دھندلکوں میں کھویا رہتا ہے۔ وہ فرد جو ناسٹلجیا کا شکار ہوتا ہے اس کو اپنا حال اچھا نہیں لگتا نا ہی اسے اپنے مستقبل سے کوئی دلچسپی ہوتی ہے۔ اس فرد کو اپنا ماضی اپنی طرف کھینچتا ہے۔ وہ ہر وقت گم اپنے ماضی کی شاندار یادوں سے جڑا رہتا ہے۔

ناسٹلجیا کا نظریہ پہلی بار طب کے ماہر جونس ہافر نے دیا تھا۔ جونس ہافر نے یہ نظریہ تب پیش کیا جب کوئی فوجی محاذ جنگ کے دوران گھر اور وطن سے دور زندگی گزار رہا ہوتا تو وہ ذہنی بے ترتیبی کا شکار ہو جاتا۔ ایسے بہت سے مریض ہافر کے پاس لائے گئے۔ ہافر اس ذہنی بے ترتیبی کو ناسٹلجیا کا نام دیا۔ اس کے نزدیک یہ بیماری نہیں بلکہ نفسیاتی مرض ہے جس کا ممکنہ حل فوجیوں کو اپنے وطن اپنی مٹی اور پرانی یادوں کے قریب لے کے جانے سے ٹھیک ہو گا۔ انھوں نے یہ نظریہ اپنے ایک مقالہ بعنوان Dissertatio Medica de Nostalgia, oder Heimwehe میں ۱۶۸۸ء میں پیش کیا تھا۔ یہ شروع میں بطور ایک مرض سمجھا جاتا رہا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ یہ بیماری کی فہرست سے نکل گیا۔ اس لفظ کی ایجاد کے متعلق جونس ہافر اپنے مقالہ میں لکھتے ہیں۔

> "Nor in truth, deliberating on a name, did a more suitable one occur to me, defining the thing to be explained, more concisely than the word Nostalgias, Greek in origin and indeed composed of two sounds, the one of which is Nostos, return to the native land; the other Algos signifies suffering or grief; so that thus far it is possible from the force of the sound Nostalgia to define the sad mood originating from the desire to return to one's native land."(۱)

ناسٹلجیا میں مبتلا فرد دراصل اپنے ماضی کی چند خوش گوار ایا بھیانک یادوں کی کہانیوں کو سمیٹ کر عصر حاضر میں زندہ رہنے کی تگ و دو کرتا ہے۔ یہ ایک ایسے پل کی مانند ہے جو ماضی اور حال دونوں کو جوڑنے کا وسیلہ ہے۔ جب ایک فرد موجودہ عہد میں بد حالی کا سامنا کرتا ہے تو وہ اپنے ماضی قریب کی یادوں کو ذہن میں لے آتا ہے۔ وہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ آیا اس کا لمحہ وجود قدرے ٹھیک ہے یا گزرا ہوا ماضی زیادہ شاندار تھا۔ جب فرد اس کیفیت میں مبتلا ہو جائے تو ایسی کیفیت کو نفسیات دان ناسٹلجیا کا نام دیتے ہیں۔ ناسٹلجیا لفظ دراصل یونان زبان کے دو الفاظ کے مجموعے سے باہم مل کر بنا ہے۔ جس کے معانی "گھر کی واپسی" اور کرب و درد کے ہیں۔ اس میں انسان اپنے ماضی کی یادوں سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ وہ ہمیشہ اپنے آپ کو قدیم یادوں میں رکھتا ہے۔ اس ماضی پسندی کا دوسرا نام ناسٹلجیا ہے۔ اگر اس کو بطور بیماری کے لیا جائے تو حقیقتاً یہ ایک بیماری نہیں ہے۔ بلکہ فرد صرف اپنے ماضی کی شاندار اور خوش گوار یادوں کے ساتھ زندہ رہنا چاہتا ہے۔ یاد ماضی دراصل ایسا استعارہ ہے جس سے شاید سب نظریں چرا کر بھاگنا چاہتے ہیں۔

> "بہت سے دوسرے خیالات اور احساسات کی طرح ناسٹلجیا کا احساس بھی ہماری سماجی زندگی کو متاثر کرتا ہے۔ وہ ہمیں ماضی کے لمحوں اور مقامات میں سے ایسے اجزاء تلاش کرنے پر آمادہ کرتا ہے جو ہماری موجودہ صورت حال کی ناگواری کا مداوا کر سکے۔"(۲)

اس نفسیاتی رویے کا ذکر ہمارے اردو ادب میں مختلف تحریروں کی صورت میں کئی بار دیکھا گیا ہے۔ اردو کی کوئی بھی صنف ہو چاہے وہ شاعری ہو یا نثر اس کا متواتر استعمال دیکھنے کو ملا ہے۔ ایک ادیب بھی تو سماج کا ہی حصہ ہوتا ہے۔ وہ بھی تو انسان ہے۔ اس کے ماضی میں بھی بہت سے واقعات ہوں گے جن کو وہ یاد کرتا ہو گا۔ پھر انھی یادوں کو اپنے فن پاروں کا حصہ بنا کر قارئین کے سامنے پیش

کرتا ہے۔ اردو ادب کی ایسی صنف بھی ہے جس میں لکھنے والا مختلف ادیبوں کی شخصیت پر لکھتا ہے۔ وہ صنف خاکہ کی ہے۔ جس میں ایک خاکہ نگار موضوع شخصیت کے ہر اس فعل اور واقعات کو اپنے خاکے کا حصہ بناتا ہے جس کے تحت وہ شخصیت کو اچھے سے بیان کر سکے۔ خاکہ نگاری کی صنف میں عرفان جاوید جیسے خاکہ نگاروں نے ایک الگ روایت قائم کی ہے۔ اس روایت کے تحت نا صرف صاحب خاکہ کے حالات کو قلم بند کیا جاتا ہے بلکہ اس شخصیت کے داخلی پہلوؤں پر بھی نظر ہوتی ہے۔ خاکہ نگار اس فرد کی ہر بات پر نظر رکھتا ہے تاکہ اس کی سائکی کو سمجھا جا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے خاکوں میں ہمیں نفسیات کے ساتھ ساتھ ناسٹلجیا کا رجحان بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ عرفان جاوید جدید خاکہ نگاروں کی فہرست میں ایک بڑا نام ہے۔

ان کے خاکوں کی اب تک تین کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ان خاکوں کی کتابوں میں "دروازے"، "سرخاب" اور "آدمی" شامل ہیں۔ عرفان جاوید نے اردو ادب کے نامور ادیبوں پر خاکے لکھے ہیں جن میں احمد ندیم قاسمی، احمد فراز، پروین شاکر، استاد دامن، منٹو، آصف فرخی، عاصم بٹ اور تصدق سہیل جیسے نامور نام موجود ہیں۔ ان میں سے بیشتر ایسے ادیب بھی ہیں جو تقسیم ہند جیسا واقعہ دیکھ چکے ہیں۔ ان کی یادوں میں تقسیم کا الم اب بھی موجود ہے۔ اسی لیے ان کی یادوں کا بیشتر حصہ ہمیں ان ادیبوں کی تحریروں میں نظر آجاتا ہے۔ تقسیم ہند ایک ایسا عمل تھا جس کے تحت بہت سے ادیبوں کا اپنا سارا کچھ چھوڑ کر ایک نئے ملک کی طرف جانا پڑا۔ ان کا ماضی شاندار تھا۔ وہ ان ماضی کی یادوں کو سمیٹے نئے دیس کے باسی بن گئے۔ عرفان جاوید نے اردو ادب کے بڑے ناول نگار اے حمید پر لکھا گیا خاکہ "بارش، خوشبو اور سماوار" کے عنوان سے "دروازے" میں لکھا۔

> "اُن کا ناسٹلجیا جہاں ان کی ذات کا حصہ تھا وہیں وہ اس کے اسیر بھی ہو گئے۔ یہ ناسٹلجیا ان کی تحریروں کی روح تھا۔ یہی آمدنی کا ذریعہ بھی قرار پایا۔ اب اے حمید اور ان کا ناسٹلجیا لازم و ملزوم ٹھیرے۔ مزاج میں سنک بھی آ گیا تھا۔ بے وجہ بھی ناراض ہو جاتے۔ کوئی شئے اپنی جگہ سے ہٹی نظر آتی تو مزاج گوارا نہ کرتا۔(۳)

مندرج بالا اقتباس میں خاکہ نگار نے اے حمید کی شخصیت کے اس پہلو سے پردہ ہٹانے کی کوشش کی ہے جس پر شاید بہت کم لکھا گیا ہے۔ وہ ماضی کا شدید احساس جو اے حمید کی شخصیت پر اثر انداز ہو رہا تھا وہ صرف ان کی تحریروں میں ہی دیکھنے کو نہیں ملتا بلکہ یہ ماضی ان کی ذات کا لاینفک حصہ بن چکا تھا۔ یہ یادیں انھیں لکھنے پر مجبور بھی کرتی تھیں اور ان کی شخصیت کو بھی بری طرح جھنجھوڑ رہی تھی۔ جس سے وہ کافی حد تک چڑچڑاپن کا شکار ہو چکے تھے۔ بعض ادیبوں کے ہاں یہ ماضی کی یادیں گہرے تجربات کی صورت گہری فکر کا ہرکارہ بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ وہ ماضی کی یادوں سے بہت کچھ سیکھ کر اپنا مستقبل سنوار لیتے ہیں۔ لیکن کچھ ماضی کے دھندلکوں میں کھو کر اپنا حال بھی خراب کر دیتے ہیں۔ اے حمید کا تعلق موخر الذکر سے ہے۔

تقسیم ہند کا المیہ بہت سے ادیبوں کے ہاں پایا جاتا ہے۔ یہ تقسیم آہستہ آہستہ ان کے ناسٹلجیا کا حصہ بن گئی۔ ماضی دراصل ایک ایسا استعارہ ہے جو ہمارے ذہن میں ہمہ وقت موجود رہتا ہے۔ ادیب چاہتے ہیں کہ وہ ماضی پھر دوبارہ سے آجائے۔ وہ ان گلیوں اور باغات میں دوبارہ جانا چاہتے ہیں۔ جن میں ان کا بچپن گزرا تھا۔ سعادت حسن منٹو جو کہ اپنے بے باک افسانوں کی وجہ سے خاصے مشہور ہیں۔ ان کا ماضی خاصا شاندار رہا تھا۔ بمبئی میں وہ جو آسودہ زندگی گزار رہے تھے قیام پاکستان کے بعد اس میں تبدیلی آگئی۔ تقسیم کے بعد روزگار کا سلسلہ منقطع ہوا تو منٹو نے بسیار نوشی میں راہ تلاش کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ وہ ہمیشہ اپنے ماضی کو یاد کرتے تھے۔ عرفان جاوید لکھتے ہیں۔

"آہستہ آہستہ غمِ روزگار منٹو کے اعصاب پر سوار رہنے لگا، اس پر مستزاد تقسیم کے اندوہ ناک فسادات اور اس کی حساس طبیعت۔ وہ حقائق سے فرار کے لیے بسیار نوشی کی جانب راغب ہوا۔"(۴)

مندرجہ بالا اقتباس میں عرفان جاوید نے ان کی ذات سے وابستہ چیزوں پر روشنی ڈالی ہے جس میں منٹو ناسٹلجیا کا شکار تھے۔ وہ تقسیم ہند کے بعد پاکستان آتو گئے لیکن ان کی یادوں میں بمبئی اور ان سے منسلک چیزیں ہمیشہ زندہ رہیں۔ ان کا ماضی جو شاندار تھا وہ اجڑا تو انھوں نے اس ماضی کو اپنی تحریروں کی صورت میں لے کر آگئے۔ ان کے افسانوں میں تقسیم ہند اور اس سے پہلے کے شاندار واقعات کا تذکرہ تسلسل سے ملتا ہے۔ ان کے افسانوں میں موجود یہ فکر اور موضوعات کی گہرائی ان کے شاندار ماضی کی بدولت ہے۔ عاصم بٹ اس نفسیاتی رجحان کے متعلق ایک جگہ پر لکھتے ہیں۔

"ناسٹلجیا دراصل فرد کا خود کو دہرانے کا ایک نام ہے۔ ناسٹلجیا سے مراد اپنے ماضی کی یادوں کی طرف جانے کا ایک نام ہے۔ وہ ماضی جس میں وہ اپنا وہ سب کچھ لٹا چکا ہے اور وہ سب کچھ جو پہلے تھا، اس کی طرف واپس آنے کا نام ناسٹلجیا ہے۔"(۵)

اگر اس اقباس کی روشنی میں سعادت حسن منٹو کی شخصیت کو دیکھیں تو وہ بھی اپنے ماضی کی طرف لوٹنا چاہتا ہے۔ وہ اس ماضی میں دوبارہ جانا چاہتا ہے تاکہ وہ جو ادھوری زندگی پیچھے چھوڑ آیا ہے اس کو مکمل کر سکے۔ ہجرت کا کرب اس کو اندر سے جھنجھوڑ رہا ہے۔ اس نے پھر تحریر اور شراب میں اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کی۔ لیکن شخص جب اپنے ماضی کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ مزید طاقتور بن کر سامنے آجاتا ہے۔ منٹو کے معاملے میں ایسا ہی ہوا اس نے جتنا اس کو چھپانے کی کوشش کی یا یاد کرنے کی کوشش کی وہ تسلسل کے ساتھ تحریروں کا حصہ بنتا گیا۔ عرفان جاوید کی کتاب "دروازے" میں شامل ایک خاکہ عطاء الحق قاسمی پر لکھا گیا جس کا عنوان "کھلکھلاتا آدمی" ہے۔ عطاء الحق قاسمی بھی اپنے شاندار ماضی کو بار بار مختلف مقامات پر دہراتے رہتے ہیں۔ وہ اپنا بچپن یاد کرتے ہوئے کئی بار آبدیدہ ہوئے۔ ان کی شخصیت میں جو رومانوی عنصر موجود ہے وہ ان کے ماضی کا حصہ رہا ہے۔ رومان سے وابستگی کو وہ اپنے فن پاروں کا حصہ تو نہیں بنایا لیکن وہ یادیں ان کے ذہن میں ہمیشہ کے لیے پختہ ہو چکی تھیں۔ عرفان جاوید اس خاکے میں لکھتے ہیں۔

"ناسٹلجیا، ایام گزشتہ سے رومانوی وابستگی ان کی شخصیت کا ایک بہت نمایاں پہلو ہے۔ وہ عام زندگی گزارتے ہوئے ایک دم ماضی کے دھندلکوں میں کھو جاتے ہیں۔ بچپن اور جوانی کی ان سرسبز پہاڑی چوٹیوں پر چھائے وقت کے روئی کے گالوں جیسے بادلوں کے اندر سے ایک بچے کے کھیلنے کی معصوم آوازیں آتی ہیں۔"(۶)

اگر کسی بھی انسان کے ماضی میں موجود یادیں اور واقعات خوش گوار ہوں تو اس کا حال اور مستقبل بھی انبساط و خوشیوں سے بھر جاتا ہے۔ مندرج بالا اقتباس میں عطاء الحق قاسمی کا ماضی بڑا خوش گوار معلوم ہوتا ہے۔ یہ وہ ماضی تھا جس میں رومان بھی تھا۔ خوش مزاج لوگ بھی موجود تھے۔ کبھی بھی دکھ کے ایام نہیں دیکھے۔ لیکن ایک کسک دل میں ہمیشہ موجود رہی۔ وہ کسک تھی بچپن کے وہ ایام۔ یہ وہ ایام تھے جب کوئی پریشانی یا کسی قسم کی ذمہ داریاں نہ تھی۔ لیکن اب وہ وقت کے ساتھ صرف ماضی کا حصہ بن چکی ہیں۔

دراصل ناسٹلجیا کوئی نفسیاتی بیماری نہیں ہے بلکہ یہ ایک احساس کا نام ہے۔ یہ ایک ایسی خوشبو کا پیغام لے کر آتی ہے جو کہیں دور ماضی کے دریچوں میں مہک رہی ہوتی ہے۔ انسان اس خوشبو کی تلاش میں ہر وقت سرگرداں رہتا ہے تاکہ اس خوشبو تک پہنچ سکے۔

ناسٹلجیا بھی ایسی ہی خوشبو ہے جو فرد کے ذہن میں کہیں نہ کہیں یاد کی صورت موجود رہتی ہے۔ فرد اس ماضی کی یاد کو تلاش کرتا کرتا ناسٹلجیا کی طرف چلا جاتا ہے اس کو بھی نہیں معلوم ہوتا۔ عطاء الحق قاسمی بھی انھی ماضی کی دھندلکوں میں کھو جاتے ہیں۔ ان کو اپنے ماضی کی ہر چیز بہ نسبت حال کے زیادہ اچھی لگتی ہے۔ عرفان جاوید نے ان چیزوں کو تلاش کر کے صاحب خاکہ کی زندگی کے روشن پہلو کی طرف ہماری متوجہ کی ہے تاکہ ہم ان کی نفسیات کو سمجھ کر اس فرد کی اصل شخصیت کو پہچان سکے۔ خاکہ نگاری ایک ایسی صنف ہے جس میں خاکہ نگار موضوع شخصیت کو ہر حوالے سے بیان کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تاکہ قارئین اس موضوع شخصیت کے متعلق ہر چیز کو جان سکے۔ ہمارے ہاں بہت سے ایسے ادیب ہیں جو اپنے ماضی میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ جب وہ ماضی میں رہ رہے ہوتے ہیں تو ان کی تحریروں میں ماضی کی بازگشت صاف سنائی دیتی ہے۔ عرفان جاوید نے آصف فرخی پر جو خاکہ تحریر کیا اس میں انھوں نے فرخی صاحب کی تحریروں سے ان کے ماضی کو نکالنے کی کوشش کی ہے۔ عرفان صاحب لکھتے ہیں۔

> "ان کی تخلیقی زندگی کے ابتدائی دور میں گھر کا ماحول اتنا نمایاں ہے جیسے یہ کسی ایسے ادیب نے لکھے ہوں جس نے روایتی گھرانے کے جمے جمائے تہذیبی ماحول میں محفوظ بچپن گزارا ہو۔"(۷)

جب عرفان جاوید کے خاکوں کی بات کی جاتی ہے تو ہمیں ان کے خاکوں میں یہ ایک رجحان کے طور پر نظر آتا ہے۔ انھوں نے جس پر بھی خاکہ لکھنے کے لیے اپنا قلم اٹھایا۔ انھوں نے اس فرد کے ظاہری احوال کو ہی صرف اپنے خاکے کی جان نہیں بنایا بلکہ اس فرد کی ذہنی سطح کو بھی سامنے رکھا۔ اس فرد کی اگر وہ ادیب ہے تو ان کی تحریروں میں سے نفسیاتی پہلو نکالنے کی کوشش کی۔ عرفان صاحب کسی حد تک اس میں کامیاب بھی نظر آتے ہیں۔ عرفان صاحب نے ایک خاکہ ماہر علم نجوم اسحاق نور پر من موجی کے عنوان سے لکھا ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

> "غرض یہ کہ اسحاق نور نے اپنی زندگی اپنی مرضی اور شرائط پر آزادانہ گزاری۔ اور ایسی بھرپور زندگی کہ اس کے بعد موت کا سامنا کرنے پر بھی کوئی حسرت نہ رہے۔ البتہ اسحاق نور کے دل میں ایک تمنا تھی، اس کی ایک ایسی حسرت جسے پورا کرنے کا وہ دمِ آخر تک خواہش مند رہا مگر جو پوری نہ ہو سکی۔"(۸)

اس کردار میں اگر ایک رخ پر ہمیں آزادانہ زندگی گزارنے والا اسحاق نور نظر آتا ہے تو وہیں دوسری طرف کچھ کسک لیے اسحاق نور بھی موجود ہے۔ اس کے دل میں بچپن سے ایک خواہش اور تمنا تھی جو مرگ تک اس کے دل میں رہی۔ ناسٹلجیا ایک ایسا جذباتی عنصر ہے جو کہ ہمارے شعور میں پروان چڑھتا ہے اور مکمل نہ ہونے کی صورت لاشعور میں چلا جاتا ہے۔ جس سے یادوں کا ایک مرحلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اسحاق نور کے ساتھ بھی ایسا ہوا۔ اس اقتباس میں ناسٹلجیا صرف ایک ماضی کے استعارہ کے طور پر ہمارے سامنے نہیں آیا بلکہ اس کی آواز ایک ایسی گونج دار آواز کے ساتھ پیدا ہوئی ہے جس میں ایک خواہش کے پورا نہ ہونی کی کسک موجود ہے۔ عرفان جاوید نے اسحاق نور کی زندگی کے تمام اتار چڑھاؤ کو بخوبی بیان کیا ہے۔ سمپورن سنگھ گلزار پر لکھے گئے خاکے میں وہ لکھتے ہیں:

> "گل زار بنیادی طور پر تنہائی پسند ہیں۔ بیتے لمحے ان کے اندر کبھی سرد راتوں میں کوئلوں کی طرح دہک اٹھتے ہیں۔ کمال کی یاداشت پائی ہے۔ پرانی یادیں آج بھی انھیں ستاتی ہیں۔

جب لاہور آئے تو روزے سے تھے۔ گردوارے میں رسمی ماتھا ٹیکا اور احمد ندیم قاسمی صاحب سے دوسری ملاقات کرنے قبرستان چلے گئے۔"(۹)

اس اقتباس میں عرفان جاوید نے گل زار کی ان یادوں کا ذکر کیا جس کو انھوں نے ساری زندگی اپنے ساتھ لگا کر رکھا۔ پنجاب کے علاقے دینہ کا گل زار اپنی یادوں میں تقسیم سے قبل کے واقعات کو ابھی تک زندہ رکھے ہوئے ہے۔ بلاشبہ وہ اب ایک نامور شاعر و گیت نگار بن چکے ہیں۔ لیکن ان کی شاعری میں بھی ہمیں کہیں کہیں وہ یادیں ضرور نظر آجاتی ہیں۔ اسی خاکے سے ایک اور اقتباس ملاحظ کریں۔

"اپنا وطن اور اپنے لڑکپن کے کام کی حساسیت باہم سے مدغم ہوتے ہیں۔ کپڑے کا تھان، پشمینہ اور اپنی بیٹی میگھنا کا محبت بھرا نام بوسکی، ان کی لطافت مزاج کو سنہری رنگ کے مختلف زاویوں میں منعکس کرتا ہے۔ یہ ان کے کپڑوں کے کاروبار میں ابتدائی تجربے کی آئینہ کار ہے۔"(۱۰)

عرفان جاوید کے خاکوں کی یہ خاصیت رہی ہے کہ انھوں نے ہمیشہ موضوع شخصیت کو اس کے صرف ظاہر سے نہیں پہچانا بلکہ انھوں نے کوشش کی کہ اس فرد کو داخلی طور پر بھی جانا جاسکے۔ اس کے لیے انھوں نے اس ادیب کی تحریروں کا مطالعہ کیا۔ تاکہ ادیب کی داخلی زندگی کو بھی بیان کیا جاسکے۔ کیوں کہ جب بھی کسی ادیب کا کوئی ماضی ہوتا ہے جو کہ وہ پیچھے کہیں چھوڑ کر آتا ہے۔ لیکن وہ ماضی اور اس سے وابستہ یادوں کا ذکر اس کی کسی نہ کسی تحریر میں ضرور ہوتا ہے۔ گل زار نے بھی اپنے ماضی کے تذکرے اپنی شاعری میں کر رکھے ہیں۔ عرفان جاوید جیسے نابغہ روزگار نے ان کی تحریروں میں سے ایک ایسا گل زار ڈھونڈ کر نکال لائے جو کہ ماضی میں تھا۔ اور یہی چیز عرفان جاوید کے خاکوں کو کامیاب کرتی ہے۔ کچھ ادیبوں کی خاصیت ہوتی ہے کہ وہ اپنی تحریروں کے ذریعے اپنے ماضی کو زندہ رکھتے ہیں۔ لیکن کچھ ادیب ایسے بھی ہوتے ہیں جو کہ اپنے ماضی کو کسی کے بھی سامنے لانے سے ڈرتے ہیں۔ اس کے پیچھے ان کا دردناک ماضی اور وحشت انگیزی ہوتی ہے جو ان کے دماغ کو ماؤف کر دیتی ہیں۔ مشہور افسانہ نگار محمد الیاس سے جب اس بابت پوچھا گیا تو ان کا کہنا تھا۔

"اس امر پر غور کرتا رہا کہ مجھے اپنی گزری ہوئی ذاتی زندگی کے بارے میں لکھ دینا چاہیے یا نہیں۔ قلب و ذہن کے مابین تکرار ہوتی رہی۔ دل کا اصرار ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کوئی تو ہم نفس ہو، ہم دم جس سے بندہ سب کچھ کہہ دے۔"(۱۱)

اگر عرفان جاوید کے خاکوں کا مطالعہ کریں تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ یہ خاکے محض گزری ہوئی یادوں کا انبار نہیں ہے بلکہ جمالیاتی اور ادبی حوالوں سے ایک اہم چیز ہے۔ ناسٹلجیا دراصل ایک احساس کا نام نہیں ہے بلکہ ایک ایسا فعل ہے جہاں ادیب اپنے ماضی سے جڑا رہتا ہے بلکہ وہ اپنے ماضی سے آنے والے قارئین کو روشناس کرواتا رہتا ہے۔ یہ ایک ایسا آئینہ ہے جس میں صرف ایک فرد نہیں جھانک رہا ہوتا بلکہ اس آئینے میں قدیم کی یادیں اور ان یادوں سے جڑے واقعات بھی اپنا آپ پتہ بتا رہے ہوتے ہیں۔ عرفان جاوید نے اپنے خاکوں میں اس رجحان کے تحت ان ادیبوں کے ماضی کو نکالنے کی کوشش کی ہے جس سے عام فرد شاید ناآشنا تھا۔

حوالہ جات

1. Johaness Hofer, Dissertatio Medica de Nostalgia, oder Heimwehe, (Jacob Bertschius (Bertschius)Basel, 1688) p 3

۲۔ قاضی جاوید، ناسٹلجیا کے بارے چند باتیں، ماہنامہ ماہ نو، (اکتوبر)، ۱۹۹۸ء، ص:۲۳

۳۔ عرفان جاوید، دروازے، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۷ء، ص:۳۹

۴۔ عرفان جاوید، سرخاب، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۲۰ء، ص:۸۸

۵۔ عاصم بٹ، عبداللہ- شخصیت اور فن، اکادمی ادبیات، اسلام آباد، ۲۰۰۸ء، ص:۵۸

۶۔ عرفان جاوید، دروازے، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۷ء، ص:۱۳۷

۷۔ عرفان جاوید، آدمی، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۲۳ء، ص:۲۷

۸۔ ایضاً، ص:۵۲

۹۔ عرفان جاوید، سرخاب، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۲۰ء، ص:۱۶۳

۱۰۔ ایضاً، ص:۱۵۲

۱۱۔ ایضاً، ص:۲۰۷

References in Roman Script:

1. Johaness Hofer, Dissertatio Medica de Nostalgia, oder Heimwehe, (Jacob Bertschius, Basel, 1688), P: 3
2. Qazi Javed, *Nostalgia* ke baare chand baatein, Maahnama Maah-e-Nau, (October), 1998, P:23
3. Irfan Javed, Darwazay, Sang-e-Meel Publications, Lahore, 2017, P :39
4. Irfan Javed, Surkhaab, Sang-e-Meel Publications, Lahore, 2020, P :88
5. Asim Butt, Abdullah - Shakhsiyat aur Fun, Academy Adabiyaat, Islamabad, 2008, P :58
6. Irfan Javed, Darwazay, Sang-e-Meel Publications, Lahore, 2017, P: 137
7. Irfan Javed, Aadmi, Sang-e-Meel Publications, Lahore, 2023, P: 27
8. Ibid, P :52
9. Irfan Javed, Surkhaab, Sang-e-Meel Publications, Lahore, 2020, P :163
10. Ibid, P :152
11. Ibid, P :207